ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی

معجزاتِ نبویؐ

لفظ "معجزہ" عجز سے مشتق ہے۔ عجز کے معنی انکساری، کمزوری، کم مائگی اور منت وسماجت کے ہیں۔ معجزات، "معجزہ" کی جمع ہے۔ معجزہ کے لغوی معنی ہیں عاجز کرنے والا، قانونِ قدرت سے بڑھ کر، فوق العادت، خارق عادت۔

عموماً لفظ معجزہ کا اطلاق انبیا علیہم السلام کے ان افعالِ نبوت پر ہوتا ہے، جو ان کی شانِ نبوت کے مظہر تھے۔ تاریخی اعتبار سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانے سے ہونے لگا اور وہ پہلا کون شخص تھا جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا۔ مگر یہ امر یقینی[۱] ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں اطلاق کہیں نہیں ہوا۔

بہرحال جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ اپنے کسی پیغمبر کا بارگاہِ ربانی میں برگزیدہ ہونا عوام الناس پر بھی ثابت کر دیا جائے، تب انبیا علیہ السلام خارق عادت طاقت یا قدرت، اللہ کے حکم اور توسط سے ظاہر فرماتے ہیں۔ یہ معجزات اہلِ ایمان کی ترقی کا موجب بنتے ہیں۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اس کو ہمیشہ اس قسم کے افعال یا بالفاظ دیگر معجزات و کرامات سے دلچسپی رہی ہے۔ چونکہ کسی خارق عادت چیز یا کارنامے کو دیکھ کر سہم جانا، متعجب ہونا یا ڈر جانا انسان کی جبلت میں داخل ہے اس لیے اس کو تسلیم بھی کر لیتا ہے۔ یہ تسلیم کر لینا ہر مذہب کے لوگوں میں اس حد تک پایا جاتا ہے

---

[۱] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ ج ۳۔ ص ۱۴۲

مذہب کا عنصر اس کا جزو بن گیا ہے۔ انبیائے کرام بھی معجزات دکھاتے رہے اور لوگ ہر زمانے میں ان کی صداقت اور آزمائش کو ان کے معجزات کی ترازو میں تولتے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ خرقِ عادت کے بغیر معجزہ کی دلیل پوری نہیں ہوتی۔ خرق کے لفظی لغوی معنی ہیں چیرنا یعنی عادت کا چیرنا۔ بالفاظِ دیگر عادت کے برخلاف کسی بات کا ظاہر کرنا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ معجزہ عادتِ عامہ کے برخلاف ایک چیز ہے۔ عادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خالق کی عادت یعنی کائنات میں ہر شے کی جو خاصیت یا کیفیت اللہ نے ودیعت کی ہے۔ دوسری خالق کی عادت یعنی اللہ کا جو طریقِ کار ہے، اور اس کی اپنی کیفیت جو اس کائنات کے لیے مخصوص ہے۔

منکرینِ معجزات یہاں دو شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر آپ معجزات کی تعریف میں یہ کہتے ہیں کہ معجزہ خرقِ عادت سے تعبیر ہے تو یہ بات قرآنِ حکیم کے صریح خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے:

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی تبدیلی نہیں۔

یہ ناممکن ہے کہ کوئی شے موجود ہو اور اس کی فطرت اس سے مختلف ہو جائے، یعنی مرغی کے انڈے سے مرغی کا بچہ ہی نکلے گا، شتر مرغ کا نہیں۔

بات یہ ہے کہ فطرت اور اس کی تاثیرات سب اضطراری ہیں۔ قرآن پاک میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی پیدا شدہ اشیا کی تبدیلی سے قاصر ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی یہ کہے کہ یہ پہاڑ ایک دن روئی کے گالوں کی طرح اُڑنے لگیں گے، آسمان ہٹا دیا جائے گا اور پردوں کی طرح لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ ہمارے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور جسم کے ہر حصے کو زبان لگ جائے گی اور بولنے لگے گا تو آپ یہ مان لیں گے کیونکہ قیامت کے دن ایسا ہی ہوگا۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کو اختیار ہے کہ کسی وقت بھی کسی چیز کی فطرت کو تبدیل کر دے۔ اگر ہم بحیثیت مسلمان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت

معجزاتِ نبویؐ

کا ملہ سے اپنے کسی رسول کی تائید کے لیے کسی وقت کسی چیز کی فطرت بدل ڈالے تو یہ کون سی خلاف ۂ بات ہوگی؟ لہٰذا فطرت میں تبدیلی مخلوق کے لیے ممکن نہیں، خالق کے لیے ممکن ہے۔ بلا شبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز کہا جاتا ہے کہ معجزہ کو خرق عادت کہنا اس لیے بھی صحیح نہیں کہ اگر اس سے مراد وہ افعال اللہ جاتے ہیں، جو عاداتِ الٰہیہ کے خلاف ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں مرقوم ہے:

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

اور تم اللہ کی سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ایک شئ اپنی سنت قرار دے اور خود ہی اس کے خلاف کرے۔

گزارش یہ ہے کہ یہ فرق اس آیت کو الگ کر کے پڑھنے سے پڑا ہے۔ ذرا پیچھے سے ملا کر اسے پڑھیں تو واضح ہو جائے گا کہ "ہمارا جو دستور فرماں برداروں اور نافرمانوں کے ساتھ رہا ہے تم اس میں تبدیلی ہرگز نہ پاؤ گے۔" سنت اللہ یہ ہے کہ ہم اپنے فرماں برداروں پر انعام کرتے ہیں اور نافرمانوں پر عذاب نازل کرتے ہیں۔" اب اس کا بدل جانا کہ نافرمانوں پر انعام ہو اور فرماں برداروں پہ عذاب نازل ہو، ممکن نہیں۔ پس اب یہ سمجھ میں آگیا کہ معجزہ سنت اللہ کے خلاف نہیں ہے:

فلیاتنا بایۃ کما ارسل الاولون (الانبیا)

تو انھیں چاہیے کہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائیں جیسے پہلے انبیا بھیجے گئے۔

بخاری شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من نبی الا واعطی من الآیات ما مثلہ او امن علیہ البشر۔

ہر نبی کو کچھ ایسی نشانیاں دی گئیں جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے۔

اس آیت اور حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا کو معجزہ دینا اور ان سے خارقِ عادت کا ظاہر فرمانا، عین سنتِ الٰہیہ ہے۔ لہٰذا معجزہ سنتِ الٰہیہ یا عادتِ الٰہیہ کا خرق نہیں ہے۔ ہاں اسے عادتِ

خلق کا خرق بھی ضرور کہا جا سکتا ہے ۔

معجزہ کی تعریف کے بعد مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں :

۱۔ معجزہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد صادر ہو۔ اگر دعویٰ نبوت سے پہلے کوئی خارقِ عادت چیز ظاہر ہو جس کا تعلق نبی کی ذات سے ہو، وہ معجزہ نہیں ہو سکتا ۔

۲۔ معجزہ ہمیشہ خلافِ عادت ہوتا ہے ۔ اس کے بغیر معجزہ کا تصور ہی قائم نہیں ہو سکتا ۔ مثلاً اگر کوئی نبی یہ کہے کہ بکری سفید دودھ دے گی ۔ یہ بکری کا سفید دودھ دینا معجزہ نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ یہ بات بکری کے خلافِ عادت نہیں ہوتی ۔

۳۔ معجزہ دیکھ کر لوگ باوجود اس قسم کے کاموں میں مہارت رکھنے کے اس کے مقابلے میں عاجز ہو جائیں ۔ اگر عالم لوگ بھی یہی کام کر دکھائیں تو پھر یہ معجزہ نہیں ہو سکتا ۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات کتبِ احادیث وسیر میں مذکور ہیں اور علمائے متقدمین و متاخرین نے اس کو مستقل موضوعِ بحث ٹھہرایا ہے ۔ معجزات کے منکرین یا مؤولین اچھی طرح جان لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے قطعاً ضروری نہیں ہے کہ آپ معجزات دیکھ کر ہی ایمان لائیں ۔ سلیم الفطرت انسان کے لیے رسول اللہ کی ذاتِ اقدس اور آپ کا پیغام بذاتِ خود ایک مستقل معجزہ ہے ۔ معجزات تو صرف اتمام حجت کے لیے ہوتے ہیں بعض اوقات یہ اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ نبی کے مدِمقابل لوگوں میں نہ ایمان کی کوئی رمق باقی رہی ہے نہ اس کے قبول کرنے کی صلاحیت ان میں موجود ہے ۔ یہ اللہ کی گرفت کی تمہید بھی ہوتے ہیں ۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے بعد فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہو گیا ۔ مکہ سے آنحضرت نے ہجرت فرمائی اور قلیل مدت کے بعد ہی فاتح مکہ ہو کر تشریف لائے اور کفار مکہ کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا ۔

منکرینِ معجزات کہتے ہیں کہ قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات نہیں دیے گئے ۔ وہ قرآن پاک کی یہ آیت دلیل میں پیش کرتے ہیں :

معجزاتِ نبوی

لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ (طٰہٰ ۔ ۱۳۳)

یعنی وہ (محمد) ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کیوں آیت (معجزہ) نہیں لاتے ۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (عنکبوت ۔ ۵۰)

اس پر اپنے رب کی طرف سے آیات (نشانیاں یا معجزہ) کیوں نہیں اتاری گئیں ۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۔ (الانبیا)

تو انھیں چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی آیت (معجزہ) لائیں جیسے پہلے انبیا لائے ۔

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ کفار کہ اعتراضات میں ماہر تھے اور ان کو معلوم تھا کہ انبیا اور معجزات میں کیا تعلق ہوتا ہے ۔ وہ حضور سے بھی معجزات کے طالب تھے ۔ مگر حضور کو حکم ہوا :

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ (عنکبوت ۔ ۵۰)

آپ فرما دیجیے بے شک نشانیاں (معجزات) اللہ کے پاس ہیں ۔

مزید برآں اس بات کی تائید خود قرآنِ حکیم نے کی اور رسول اکرم کو "برہان" سے تعبیر کیا گیا ؛

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (النسا ۔ ۱۷۴)

اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان (دلیل) آ چکی ہے ۔

برہان کے معنی ہیں دلیل ۔ پکی دلیل ۔ یہاں بنفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل سے موسوم فرمایا گیا ۔ اس کے بعد کیا کسی اور معجزہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے ؟ پھر فرمایا :

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ (البینہ ۔ ۱)

یہاں تک کہ ان کے پاس روشن دلیل آ جائے ۔

اس آیت میں بینہ سے مفسرین نے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مراد لیا ہے ۔

قرآن کی اعجازی شان بھی درحقیقت ایک معنوی امر ہے ۔ معنوی معجزات کا ادراک ہر شخص کو نہیں ہو سکتا ۔ اس کے لیے تو عقل سلیم اور قلب منیب کی ضرورت ہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک کا نزول ہے ۔ وہ ہی قرآن جس کی آیات میں

کہ عرب کے بڑے بڑے ادیبوں اور بلاغت و فصاحت میں ناموریوں پر تعجب و حیرانی طاری ہو گئی تھی صحیح بخاری کے باب الاعتصام میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو معجزہ مجھے ملا ہے وہ قرآن ہے۔ قرآن ہی سب سے زیادہ تابندہ اور پائندہ معجزہ ہے ــــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اس کی حفاظت کی کلیۃً ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔ دیگر مذاہب کی آسمانی کتابیں اپنی اصلی حالت میں نہیں ملتیں۔ اس کی ایک آیت کی نظیر بھی کوئی نہیں پیش کر سکتا۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸ میں ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝

اے رسول ان سے کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور جن مل کر بھی اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لا سکتے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ (یونس - ۳۸)

کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ ان سے کہہ دیں کہ اس جیسی ایک سورت ہی تم بنا لاؤ، اور جن جن کو بلا سکو، بلا لاؤ۔

قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کو یاد کرنا بہت آسان بنا دیا ہے:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔

یعنی ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

یہ صرف قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس قدر ضخیم کتاب آسانی سے یاد ہو جاتی ہے۔ آج تک کوئی دینی یا دنیاوی کتاب جو اس قدر ضخیم ہو، کسی نے زبانی یاد نہیں کی۔ اور قرآن کے لاکھوں حفاظ دنیا میں موجود ہیں۔ قرآن میں فصاحت اور بلاغت اس قدر غیر معمولی ہے کہ بیشتر کفار مکہ اس کو "سحر" قرار دیتے تھے اور اس کے اثر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کو سننے سے منع کرتے تھے۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ کفار قریش جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام بنانے میں دن رات

ایک کر رکھا تھا۔ راتوں کو چھپ چھپ کر آنحضرت کو نماز اور قرآن کریم پڑھتے ہوئے دیکھتے اور سنتے تھے، (قرآن) کی فصاحت و بلاغت پر حیران ہو ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نضر بن حارث جو ان میں سب سے زیادہ فصیح تھا اور عتبہ بن ربیعہ جس کی بلاغت جادو اثر تھی اور ابوجہل جو خطابت اور دلائل میں لاثانی تھا، یہ سب چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے۔ ایک رات عتبہ بن ربیعہ قرآن پاک کی تلاوت سن کر بے ہوش ہو گیا اور ابوجہل کو کہا کہ میں نے جان لیا کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔[1]

ایک رات عمر بن خطاب (جن دنوں آپ ایمان نہیں لائے تھے) حضور کو ستانے کے لیے گھر سے نکلے۔ حضور مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ اس وقت آپ سورہ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں کلام کی خوبی، اسلوبِ بیان اور دلکشی کو سن کر محوِ حیرت رہ گیا۔ میرے دل میں آیا کہ یہ (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم زبردست شاعر ہے۔ یہ خیال آنا تھا کہ حضور نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ (الحاقہ - ۴۰)

یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے۔ ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا، کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ لیکن تم بہت کم لوگ ایمان لاتے ہو۔

حضرت عمر فرماتے ہیں، میں نے یہ سنا تو فوراً خیال آیا کہ یہ تو میرے دل کی بات جان گیا۔ یہ ضرور کاہن ہے۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے اس سے اگلی آیت پڑھی:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝

یعنی یہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے، مگر تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہ کلام تمام جہانوں کے پروردگار کا ہے۔

جب آپ نے یہ سورۃ ختم کی تو معلوم ہوا اسلام میرے (عمر بن خطاب کے) دل میں گھستا جا رہا ہے۔ اس معجزہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی معجزات عطا فرمائے گئے۔ ہجرت سے پہلے

---

[1] شیخ علی بن عثمان ہجویری۔ کشف المحجوب، ص ۴۲۱۔

کفار مکہ نے رسول پاک کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ منصوبہ انتہائی رازداری سے ابوجہل کی سرگردگی میں دارالندوہ میں تیار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو وحی کے ذریعہ مطلع فرمایا۔ رات کا وقت تھا، آپ ہجرت کے لیے تیار ہوئے، مگر کفار مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی لی اور یہ مٹی ان کی طرف پھینک دی اور ساتھ ہی آپ نے سورہ یٰسٓ کی آیت فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یعنی ہم نے ان کو اوپر دونوں سے گھیر دیا، سو وہ نہیں دیکھ سکتے)۔ تلاوت فرمائی اور یہی آیت کریمہ پڑھتے ہوئے آپ باہر نکل گئے۔ جب کفار ہوش میں آئے تو آپ کی تلاش میں نکلے۔

جب غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ کفار مکہ آپ کی تلاش میں غار ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر سخت پریشانی کے عالم میں ہیں۔ کفار کے باہم گفتگو کرنے کی آواز آرہی ہے۔ ابوبکر صدیق کی پریشانی بڑھ رہی ہے۔ حضور کی طرف دیکھتے ہیں۔ آپ نہایت اطمینان سے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھے ہیں۔ کفار غار ثور کے کنارے سے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک مکڑی نے جالا بن رکھا ہے اور کبوتری انڈوں پر بیٹھی ہے۔ کفار آپس میں کہنے لگے کہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں آسکتا۔ یہ کہہ کر وہ واپس لوٹ جاتے ہیں۔ قرآن اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ج فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی ط و کلمۃ اللہ ھی العلیا ط واللہ عزیز حکیم ہ

(توبہ، ۴۰-۴۱)

تم نے اگر اپنے نبی کی مدد نہیں کی تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد اس وقت کر چکا تھا جب اس کو کافروں نے نکال دیا۔ جب وہ دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا، کچھ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر سکون قلب نازل کیا اور اس

کی مدد اس لشکر سے کی جو تم کو نظر نہ آتا تھا۔ کافروں کا بول نیچا ہوا اور اللہ کا بول بالا رہا۔ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

یہ بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔

بدر کے میدان میں ہزاروں کافروں کے ساتھ تین سو تیرہ مومن تیغ زن ہیں۔ حضور پاک حیران ہیں مگر اپنے رب عظیم کی رحمت پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ زبردست کامرانی نصیب ہوتی ہے مسلمان نہایت بلند حوصلگی سے لڑے اور لشکر کفار کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس کا ذکر قرآن ایک سے زیادہ مرتبہ کرتا ہے۔

غزوۂ خندق میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ (دیکھیے سورۃ انفال آیت ۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی اور لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا رہا۔

غزوۂ احزاب میں کفار عرب نے مدینہ پر یلغار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس یلغار کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اور مقابلے کے لیے خندقیں کھود ڈالی تھیں۔ (دیکھیے سورۃ الاحزاب آیت ۲۲) اور جب مسلمانوں نے ان متحدہ حملہ آور قبیلوں کو دیکھا تو کہنے لگے یہی ہیں وہ لوگ جن کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔ اس جنگ میں کفار نے تقریباً ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ اس کے بعد معجزہ ظہور میں آیا اور ایسے زور کی آندھی چلی کہ محاصرہ کرنے والوں کے خیمے اکھڑ گئے۔ پھر اس قدر شدید سردی لگی کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

ملاحظہ ہو (سورۃ الاحزاب آیت ۹) "مسلمانو یاد کرو اپنے خدا کی اس نعمت کو جبکہ فوجوں نے تم پر حملہ کیا اور ہم نے ان پر بھیجی ہوا اور ایسی فوجیں جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو تم کو دیکھ رہے تھے۔ خدا اس کو دیکھ رہا تھا۔

غزوۂ خیبر میں قبیلۂ ہوازن مدمقابل تھا۔ حضور نے ایک مٹھی زمین سے اٹھا کر کافروں پر پھینکی اور یکایک جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ ہوازن کو شکستِ فاش نصیب ہوئی۔ (دیکھیے سورۃ التوبہ آیت ۲۶) " اللہ نے بہت سے موقع پر تمہاری نصرت کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرتِ تعداد

نے تم کو مغرور کر دیا تھا - تو یہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی - پھر اللہ نے اپنی تسکین رسول اور مومنوں پر نازل کی اور وہ فوجیں اتاریں جن کو تم نے نہ دیکھا اور کفر کرنے والوں کو سزا دی -

حضور نبی کریم کے مشہور معجزات میں سے ایک معجزہ شق القمر کا ہے - کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی صداقت کا کیا نشان طلب کرنا چاہیے - انھوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہوتا ہے - تم کہو کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا نہیں کر سکے گا -

شق القمر پر تمام محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا - اس معجزہ کا حیرت انگیز واقعہ اس بات کی صریح دلیل تھا کہ وہ قیامت جس کے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے، فی الواقع آئے گی اور اس کی آمد کا وقت قریب آگیا ہے - چاند ان کی آنکھوں کے سامنے پھٹا تھا، اس کے بعد دونوں ٹکڑے الگ الگ ہو کر ایک دوسرے سے اتنی دور چلے گئے کہ دیکھنے والوں کو ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا پہاڑ کے دوسری طرف نظر آتا تھا - پھر آن کی آن میں یہ دونوں مل گئے - یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ نظام عالم درہم برہم ہو سکتا ہے - بڑے بڑے سیارے پھٹ سکتے ہیں - جس کا نقشہ قیامت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے قرآن میں کھینچا گیا ہے اور وہ وقت قریب ہے، جب قیامت برپا ہوگی - معجزہ شق القمر کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے :

اقتربت الساعة وانشق القمر ۝ وان یروا اٰیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۝ - (القمر ۱ - ۲)

قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی معجزہ (آیت) دیکھیں، منہ موڑ لیتے ہیں - اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے -

یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی جس کے آنے کی تم لوگوں

کو خبر دی جاتی رہی ہے، قریب آلگی ہے۔ اور نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہوگیا ہے۔ نیز یہ واقعہ کہ چاند جیسا ایک عظیم سیارہ شق ہو کر دو ٹکڑے ہوگیا اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ جس قیامت کا تم سے ذکر کیا جا رہا ہے، وہ برپا ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو زمین بھی پھٹ سکتی ہے، تاروں اور سیاروں کے مدار بھی بدل سکتے ہیں۔ اس میں کوئی چیز ازلی و ابدی، دائم و قائم نہیں ہے کہ قیامت برپا نہ ہو سکے۔

بعض لوگوں نے اس فقرے سے یہ مطلب لیا ہے کہ "چاند پھٹ جائے گا"۔ لیکن عربی زبان کے لحاظ سے چاہے یہ مطلب لینا ممکن ہو، عبارت کا سیاق و سباق اس معنی کو قبول کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اوّل تو یہ مطلب لینے سے پہلا فقرہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ چاند اگر کلام کے نزول کے وقت نہیں پھٹا تھا، بلکہ آئندہ پھٹنے والا ہے تو اس کی بنا پر یہ کہنا بالکل مہمل بات ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے۔ آخر مستقبل میں پیش آنے والا کوئی واقعہ اس کے قرب کی علامت کیسے قرار پا سکتا ہے کہ اس کو شہادت کے طور پر پیش کرنا ایک معقول طرز استدلال ہو۔ دوسرے یہ مطلب لینے کے بعد جب ہم عبارت پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ آگے کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ لوگوں نے اس وقت کوئی نشانی دیکھی تھی، جو قیام قیامت کی صریح علامت تھی۔ مگر انھوں نے اس کو جادو کا کرشمہ قرار دے کر جھٹلا دیا اور اپنے اس خیال پر جمے رہے کہ قیامت کا آنا ممکن نہیں ہے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ شق القمر کا واقعہ قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہے۔ صرف حدیث کی روایات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ بلکہ روایات سے اس کی تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔ یہ روایات بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابو عوانہ، ابو داؤد، طیالسی، عبدالرزاق، ابن جریر، بیہقی، طبرانی ور ابونعیم اصفہانی نے بکثرت اسناد سے حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، حذیفہ جبیر بن مطعم سے بیان کی ہیں جو کہ واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شب آنحضرتؐ باہر سے تشریف لائے اور فرمایا میرے

دوستوں (اصحابِ صفہ) کو بلاؤ، میں نے سب کو بلا لیا۔ حضورؐ نے ہمارے سامنے ایک پیالہ رکھ دیا۔ جس میں جَو کے ستو سے تیار کیا ہوا (دلیہ) ایک کھانا تھا۔ پیالے میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا اور فرمایا "تو کھاؤ۔ پس ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ ہم نے دیکھا کہ اس وقت بھی اسی قدر کھانا موجود تھا"

غـــزوۂ خیبر کا ذکر ہے کہ آنحضورؐ کو دردِ شقیقہ کا عارضہ لاحق ہوا، جنگ کا پانسہ یہودیوں کے ہاتھ جا رہا تھا۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا کہ کل اس شخص کے ہاتھ میں علم دوں گا جس کو اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہیں۔ وہ پیچھے نہ ہٹے گا۔ حق تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا اور تیرے بھائی (محمود بن مسلمہ) کے قتل کا بدلہ لے گا۔ دوسرے دن صبح حضرت علیؓ کو بلایا، وہ سخت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا، جس سے وہ فوراً صحت یاب ہو گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ انھیں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ پھر آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ حضرت علی جب باہر نکلے تو مرحب نے آپ پر حملہ کیا اور ایک ضرب لگائی، جس سے حضرت علی کی ڈھال نیچے گر گئی۔ حضرت علیؓ نے فوراً قلعہ خیبر کے دروازے کو ہاتھ ڈال کر کھینچا، جس سے وہ اکھڑ گیا اور اپنے بچاؤ کے لیے اس جنگ میں بجائے ڈھال کے اس دروازہ سے کام لیا اور مرحب یہودی آپ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح فرما دیا۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب خیبر فتح ہو گیا اور آنحضرتؐ اس فتح کے بعد مطمئن ہو گئے تو آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک عورت نے (زینب بنت حارثہ زوجہ سلام بن مشکم جو کہ مرحب کی بہن بھی تھی) بکری کا گوشت پکا کر زہر ملا دیا اور حضور کو پیش کیا، آپ نے اس کے ایک ٹکڑے کو چبایا پھر تھوک دیا کیونکہ اس بوٹی نے آپ کو اطلاع دی کہ یہ گوشت مسموم ہے۔ آپ نے یہودیہ کو یہ واقعہ بتایا، اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ ہم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو حق تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور اگر جھوٹے ہوں گے تو ہم لوگوں کو آپ

سے نجات مل جائے گی۔

صحیح بخاری میں جابر بن عبدالرشید سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں رسولِ اکرمؐ نے وضو کیا۔ پانی ایک کوزے میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے اور پانی نہ تھا۔ حضورؐ نے کوزے پر ہاتھ رکھ دیا تب پانی حضورؐ کی انگلیوں سے جاری ہوگیا۔ تمام لشکرِ اسلام نے وضو کیا، اور خوب سیر ہو کر پیا۔ جابر نے سالم بن ابی جعد کے سوال پر بتایا کہ اس وقت ہم پندرہ سو آدمی تھے۔ یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تب بھی پانی کافی تھا۔

صحیحین میں ابن مالک سے اور صحیح بخاری میں ابن مسعود سے ایسی ہی روایتیں ہیں کہ مقامِ زوراء کی بات ہے، حضورؐ نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا تو پنجہ مبارک سے پانی بہہ نکلا اور اس پانی سے تمام صحابہ نے وضو کیا اور سیراب ہوئے۔ مَیں یہ کہتا ہوں کہ ان معجزات کی مثال عہدِ موسوی میں من وسلویٰ کی صورت میں پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی معجزاتِ نبویؐ کا درجہ عہدِ موسوی کے معجزات سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بھوک کے مارے ایسا ہوتا کہ مَیں بھوک سے نڈھال ہو کر بیٹھ جاتا تھا، کبھی زمین پر گر پڑتا تھا، کبھی پتھر پیٹ پر باندھ لیتا۔ ایک دن بھوک سے بے کل ہو رہا تھا کہ حضرت ابوبکر قریب سے گزرے۔ سارے شرم کے ان سے بھوک کا حال نہ کہہ سکا مگر ان کو دیکھا۔ وہ حال احوال پوچھ کر چلے گئے۔ پھر حضرت عمر سرِ راہ مل گئے، ان سے بھی ایسا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد رسول اکرمؐ تشریف لے آئے۔ آپ کو سلام کیا مگر مدعائے دل بیان کرنے میں شرم مانع رہی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ بھوک لگ رہی ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ اپنے مکان پر لے گئے اور دودھ کا ایک پیالہ لائے۔ فرمایا، جاؤ اصحابِ صفہ کو لے آؤ۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں، مَیں نے دل میں سوچا یہ تھوڑا سا دودھ مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی، مگر جب سب اصحابِ صفہ آگئے تو آپ نے فرمایا ابوہریرہ یہ دودھ سب کو پلا دو۔ مَیں نے ناچار سب کو دودھ پلانا شروع کیا۔ سب دودھ پیتے رہے اور دودھ کم نہ ہوا۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوہریرہ تم بھی پی لو۔ مَیں نے خوب

پیا۔ سیر ہوگیا۔

سفر ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام معبد عاتکہ بنت خالد بن خلیلہ خزاعیہ کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ یہ عورت عمر رسیدہ تھی اور مسافروں کو پانی وغیرہ پلاتی تھی۔ اس وقت آنحضرت کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عامر بن فہرہ تھے۔ آپ نے بڑھیا سے دریافت فرمایا کچھ کھانے کے لیے ہے۔ وہ بولی نہیں۔ ام معبد کے بھائی جیش بن خالد کا بیان ہے کہ خیمے میں ایک پتلی دُبلی بکری کھڑی تھی۔ اس کے بارے میں ام معبد نے بتایا یہ بہت کمزور ہے۔ نہ دودھ دیتی ہے، نہ ریوڑ کے ساتھ چراگاہ جا سکتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو ہم اسے دوہ لیں۔ وہ بولی اگر آپ کو اس میں دودھ نظر آتا ہے تو دوہ لیجیے۔ آپ نے ایک برتن لیا اور بسم اللہ پڑھ کر دوہنا شروع کر دیا۔ برتن بھر گیا۔ سب نے پیا۔ دوبارہ نکالا، پھر سب نے پیا۔ سہ بارہ نکالا اور گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا۔

ہر معجزہ کو نبی کی قدرت میں ماننا قطعاً درست نہیں ہے۔ جس طرح تمام معجزات کو نبی کی قدرت سے خارج تسلیم کرنا بھی درست نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا لاٹھی مار کر پانی کو خشکی سے بدل دینا، عصا کا سانپوں کو نگل جانا، حضرت عیسیٰ کا مُردوں کو زندہ کر دینا، اصحابِ کہف کا تین سو نو سال غار میں سوتے رہنا۔ یہ سب کارنامے باذن اللہ ہیں۔ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو یہ معجزات ظہور میں نہ آتے۔

حضور کے معجزات کے بارے میں عامۃ المسلمین میں بہت سی بے سروپا روایتیں مشہور ہیں۔ بخاری، مسلم اور صحیح احادیث اس قسم کی باتوں سے خالی ہیں، اس وجہ سے ثقہ محدثین نے ان کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ ان حضرات کا بھی حضور کے معجزات ذکر کرنے کا مقصد کسی غلط نیت سے نہیں تھا۔ بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ ہو سکتا ہے کہ مصنفین نے یہ سوچا ہو کہ آپ کے فضائل اور مناقب میں برتری ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ عموماً میلاد کے موقع پہ زمین آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ وہ تمام روایتیں جن کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے، بیان کی جاتی ہیں، اس لیے ہمیں ان کو پرکھنے کے لیے قرآن اور حدیث

کی روشنی میں صحیح واقعات کو دیکھنا چاہیے۔ آنحضورؐ کا وجود تمام عالم کے لیے باعث فخر و رحمت ہے، مگر واعظوں، نعت خوانوں اور قوالوں نے غلط جوش محبت وعقیدت میں بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دی ہے۔

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دیگر انبیائے علیہم السلام کے معجزات قرآن پاک میں صاف الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قرآن میں کیوں درج نہیں ہیں۔ یہ صرف احادیث ہی میں ملتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزے کا ذکر قرآنِ حکیم میں درج نہیں ہے، ہاں معجزات ان الفاظ میں بلکہ اس انداز سے نہیں جس طرح دیگر انبیائے کرام کے صاف صاف درج ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے سابقہ انبیا علیہم السلام کے معجزات قیامت تک عوام کے سامنے رہیں گے۔ اسی لئے ان کا ذکر قرآنِ حکیم میں آگیا ہے۔ مگر آنحضرتؐ کے معجزات تو احادیث کی صحیح کتابوں میں مذکور ہیں اور لوگوں کے سامنے ہیں، اس لیے ان کا قرآن میں تفصیل سے بیان کرنا ضروری نہ سمجھا گیا۔ علاوہ ازیں خود قرآن مجید آنحضرتؐ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ پھر آنحضرتؐ کے معجزات قرآن میں بھی موجود ہیں، مثلاً شق القمر، معراج، یہ سب معجزات قرآن میں درج ہیں۔

ضروری اطلاع

ماہنامہ المعارف شائع کر کے ادارہ کافی مالی نقصان برداشت کرتا رہا ہے۔ کاغذ، کتابت طباعت ہر چیز کی گرانی کے باعث یہ خسارہ بہت زیادہ ہوگیا ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ اب ہم رسالہ کی قیمت بڑھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جنوری ۱۹۷۷ء سے سالانہ: بارہ روپے اور فی پرچہ سوا روپیہ مقرر کی گئی ہے۔